رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳



توجہ شرط ہے

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں نہ مذہبی جھگڑے نہیں ہوتے۔ بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل ضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس ہنسی کی تقلید بھی کرتے ہیں اور کریں گے۔
اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر نظر نہ کیجئے۔ نہ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلئے کہ گوہر و خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت۔ رائے کی صائبیت بے رو رعایت، پسندیدہ نتائج واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر کیجئے۔ انشاءاللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائیں گے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

مینیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد و ضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہر حال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی چار روپیہ (للعہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے ملک کی خدمت کر رہا ہے نمونہ کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کر سکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اس میں آپ کے مذاق کے مضامین نہوں۔ اور دوسرے پرچے میں آپ کے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائیں اگر اس پرچے کے مضامین آپ کے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو یہ ہفتہ کے اندر تین روپیہ بھیج کر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ با خیر شما بہ سلامت۔ نمونہ پر رسالہ مشہور کتاب دیکھ کر پرچہ کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انہیں لازم ہے کہ کچھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اسی طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروالیں۔ دام و درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں نہ سب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستے میں کہاں غائب ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار مناسب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دو لفافے پر خیال نہ منیجر خود نہیں پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہذا عمداً ایسا کبھی نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اسکا جواب خط کے ذریعہ یا وہ ٹکٹ طلبی و منی آرڈر نہیں کی جاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا اگر تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی پرچہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت میں منیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے انکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیئے

(۹) جو مضامین اودھ پنچ کی سطح کی پالیسی کے مطابق نہوں گے وہ شائع نہوں گے اور ان کی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک جانب لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تضحیک ان میں نہ ہو فقط۔

نوٹ

جملہ حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے جو کہ ان کے نام کی چٹ پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۴ نمبر ۷

مضامین [illegible]

۱۸ فروری ۱۹۲۹ء

ماں مہری کے فلسفیانہ خیالات

(۱)

"ایمانداری بہتر جن دوسا منشی ہے"

رہیں پھرتے ہیں۔ خواب دیکھیں محلوں کا ہمیک مانگے چلے اور مشکل ساتھ تھیں کرزی پھرا کرتے اور ساتھ میں صندوق پٹارے چوری نہ کسی ہوتی ہو گا بچے تکلے کی مہری گیری اور دکھائیں کی خاطر پھر تو رہی نہ کسا ہے ہر سٹنے ٹکا چوری ہو تو سنا ہی دی ہے کی ہر روز صندوق پٹارے تو تیسے تھسے جائینگے۔

وہ کون ایسی مجبوری بڑی ۔ سرکار نے جہاں رات کو بچھتے سے کی برات رہا ہو برات ہے۔ وہ اور ادھر بیٹے نہیں پھرتے۔ اے اس پھر جو کوئی چیز ہیں سارے ادھر ہو گئی اور دو بکرے گستی ہوں دشمن ہوں مرے سگے تو کہے کیسی تھی۔ بندہ بشر ہے گری پڑی چیز کون نہیں اٹھا لے کوئی مہری آئے تو سامنے بیٹھا تھی۔ سیتا سی ہیں کہ جس نے کچھ اٹھایا ہو۔ پھر جو صندوق پٹارے کا نمبر بھی ساتھ ہو گا تو اس میں آدمی رکھے گا بس یہی بہتر آدمی کو دھر دار ہے گا۔

اے ہے جب بھی تھی پہلے پہل وحشت بڑا وحشت پڑا اور میں نوکری کو نکلی۔ اے پھر کری تو بھی تو کرنی سمجھانے والی عقل ہو سکانے والی تھی ہو سکتا ہی ہوش میں آئے۔ تم نوکری کرو جاؤ تو ہمارے سنتے صندوق پٹارا اپنا ساتھ ہے اور صاحب بیگم صاحب یہاں چلی گئی۔ آگے جہاں آئیں اُن کی تالہ جان طرح۔ اُن کے ساتھ اُن کی صاحبزادی کی صاحبزادی ابھی آئیں اللہ رکھے آٹھ دس برس ہی تھیں بیسی خوبصورت خوبصورت مگر تماس کمسن کیا بیان۔ اے کھیلتے کھیلتے صاحبزادی نے بیچ ہی میں

کیا ابھی جان ہماری آنتی ہو گئی۔ پہلے صندوقچیا پٹی سالکری سیٹ۔ دو منٹ ٹھہر کر تو بہ۔ بی بی میں اپنا کون بکسے کو کہا طوفان جوڑتا ہے۔ دو بچے مکان کی بڑی ناموس کی بات ہے گھر والے کے پیچھے کر اپنے مہمان کا اصحاب نقصان۔ وہ بس بھرا یا گئی۔ ڈالہ معلوم ہوتی کہ وہ اب ہو گئی آخر پھر سرکار تک خبر پہونچی۔ ہے میری بی بی اب کیا تھا۔ تھوڑا بھی حکم ہو گیا کہ سب کے صندوق پٹارے گٹھری مٹھری دیکھی جائے۔ اے ہے میں تو شرم سے ہو گئی۔ صندوق پٹارا میرے بھی پاس تھا اور گٹھی ماما جن بیس برس کہ نہ تھی۔ بی نے کہا لو بی اماں جن کسی نے عداوت سے وہی ڈال دی ہو گی تو جو ہو (بال) مونڈے جائینگے آج اسکی آبرو کے مالک جو چور ہوئے وہ ڈرے۔ سرکار نے اپنے سامنے میرا صندوق کھلوایا۔ ایک ایک دو جوڑے ایک دو پٹہ ایک موتی مونگے کی لڑی تین آنے ریزے۔ دانی دال کی ہر ٹکی۔ ایک ایک چیز میں نے کھول کے رکھ دی۔ ہیما تو پڑھا ہی ہوا تھا۔ دیکھئے حضور یہ جوڑے آپ کے ہیں۔ یہ انگا آپ کا ہے۔ یہ دوپٹا مجھے سرکار نے دیا تھا۔ یہ جوڑے آٹھ تیرے آپ کے ہیں؟ اور یہ پہنا کسی حضور کی ہے؟

اتنا میرا کہنا تھا کہ نواب صاحب لال بھبوکا ہو گئے۔ یہ بڑی گستاخ بدتمیز ہے۔ بڑا مجھے بھی جن چڑھا ہوا تھا بول اٹھی۔ حضور غریب آدمی کی آبرو ہی کیا۔ موا آبرو موتی ہے موتی کی آب ایک دفعہ اتر کے پھر نہیں چڑھتی۔ حضور کے یہاں نوکری کرے تو ناک چوٹی کٹوائے۔ بدتمیز کے سر پر ہی جو کہتے ہیں کہ سینگ نہیں ہوتے۔ جو بدتمیزی کرے وہی بدتمیز۔

میرے کڑوے بول سن کے سارا محل سُن ہو گیا۔ بیوی جہدی دبتا بوریا بسیٹے ساٹ پر چل دو چل پیچھے پھر کے بھی نہیں دیکھا۔ جب پہلی تاریخ آئی حساب کتاب کا وقت آیا تو گئی۔ مگر بات کیا ہے مجھکو جارہا تھیں کہ وہ مُردہ دکھیری جواب نہ دوں گی حد یہ کہ مانگو نہ دے تو سب ہو گئی مگر جھوٹ

تہمت سے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے پھر بیوی والے سے ٹھکرانے کو مٹی پانی میں بھی۔ اپنا جو دھا سوا میں سے اُٹھا کا ان کری اس ۔ خوب ہی سکہ بٹھا رکھا ہے ۔ ہاتھ بڑا ہے کوئی ذات نوکری نہیں اللہ رزاق ہے جس کی ڈھیری ہوا ہے وہ ہمسی کی ڈھیری کھائیں گے۔ تو با اپنی آن کی طرف ہاری جائے وہ صندوق پٹارا ہے کبھی کیا پیا جاتا۔ بس پھر سے بیچا تک رہنا اچھا۔ اس دن سے آج تک گھڑی میں شہر کے سرکار دروں میں نہیں جاتی۔ میں کستی ہوں شلوکے کی گوٹ اور جیسا کیا کہ اب پھر کوئی کام میں باندھے۔ اے ان کری اور شیر ہوا ہے رہا ہی اُنکی دوا گل کی چیز چرا کے پہلے صندوق پٹارے کی کیا دربکار ہے۔ میں کستی ہوں اگر وہ عورت روپے پیسے کی بجاری بھر کم جوڑ شلوکے میں باندھ بھوت نہ لے جائے گر دو کو پکڑا رکھ لے کیا مجال کوئی پہنچ تو جائے۔ مگر اسکے بے سلیقہ جاتے ہیں جس طرح دکھائی نہ دے یا تو تقبل کی طرف رکھے نہیں تو تو جن کھول کے پیرہ سیٹے پر پیٹ سے اوپر سے شلوکہ پہنے نے مسبوخت نواب صاحب نے مجھ پر شک کیا اور جس نوکری چھوڑی کی ڈرک پہنا دی اُس وحشت ہیکم بیوی کی گرنٹ کی بیت شلوکے میں تھی اور نیچے میں کوتا سو گئی تھی تو بیٹا ناک پیر دانہ چہاں گھر سی جیسا نہیں پھر کسی ایک پیسے نے کپڑا نہ لیا۔ اور جو چور سے میں نہیں اسکا حساب نہیں۔ بنا دیر اللہ جی کے یہاں میرا عمل سے اتر تا ہی نہیں میں کیا کروں پھر تو ایسا نہیں کہ امیروں کی طرح رو پیٹے بندھوں کی اللہ جہان غریب آخر نوکری جو انسان کرتا ہے تو کاہے کے لیے۔ مگر یہاں تماشا کی بات پڑ گئی ہے۔ اس گرنٹ دوسری کی طرح میں نگاہ اٹھا کے بھی نہیں دیکھتی۔ بولی میں جان نے رٹ لگا دی تھی کہ وائی۔ باجی وہ دیا رہ جیوں کا گجرا وہی ہے امر صاحب کہاں سے لاؤ وہ لڑکی روز جان کھایا کرتی تھی۔ آخر کیا کرتی تم جاؤ مرلی سکی کی دکان ہے لاؤں تو بیٹے کی جان چھوڑ گئی تھیں میں نے باشتہ پانچ وہ تو بیٹی کی نگاہ اونگھ رہے۔ بس یہ بات تھی جیسا میں اپنی حیثیت سے بڑھ کے بات کبھی نہیں کیا کرتی۔

اِس از قسمیں مل جائے تو کچھ انکار بھی نہیں۔ بے بیں
تم سے کہتی ہوں جو اگر مجھکو جواز ہو جانے کی ایک فرد
بے خانے میں چھٹی مل جائے تو میں کیا کروں جو اگر
اندیشہ دیکھنا ہو اور پچھتاوے سے نہ بچے تو آزادی کو چھٹ سے
دیو مار میں جانا چاہیے بس اِل اٹھایا تمھی آپ۔ ۱۱۱
آنچل کے نیچے ہاتھ گیا اور بیام صاحب کے پاس سکو۔
حضور ابھی تو سب طرح ارد کچھ پیچھے ہیر کی کے نیچو اپچھے
پڑا تھا پہلے کو میری نگاہ پڑ گئی جو کوئی انجینی (دشمنی)
دیکھ پاتا تو کرے دستر کے چند یا منٹ کی مہری شبدی
کی اور فرے کرتے لینے والے۔ ہے ابھی خیر صلاح ہے
دیکھ لیجیے کوئی سرتی مدد کی گنتی رقم تو نہیں ہے؟
اے ہاں جو دیکھو کر دے کوئی ہیں پچھ
نیوں تحت نخت رسنت منت،
بی دہی جو ایسی نیت نہ رکھتی تو مہ
دام کتنے ہیں رقم یہ بور خاچ چڑا
ٹنٹہ چکا ہوتا۔ بی دہی ایسا مال
لینے سے کیا فائدہ جو ہضم نہ ہو کے
پیٹ میں پہنچنے والی چیز ہی کیوں
نہ لے۔ ایسی بیچاری دنیتی کی چیز
لیا کرے لے کے۔ جیسے ہماتیں گھوا
دکھے میاں، لے جاؤ تو بھی پکڑے
دھکڑے جانے کا دھڑکا ہے۔
اڑوسی پڑوسی کے ہاتھ بھی تو ڈل
گوار نے پونے لگے اور عمر بھر کی
دھونس مفت منا سنی پڑے گی
اور گھر میں رکھو تو آخر کس برتن کی
روا ہے جو اپنے آڑے وقت بر
کام نہ آیا تو مال کیا مال ہے۔ ۱۱ بابیں دعا کرو کیا
ایسے مال سے۔ اللہ بری گھڑی سے بچائے۔ نہ
آج تک ایسا کرم کیا ہے نہ اللہ نے چاہا تو کروں گی۔
نوکری چھوڑنے کے بعد بھی نہیں نوکر یاں آئیں
گھر امیر اپنی دعا گھر میں بیٹھے بیٹھے البتہ (اشتہار)
جیا گھبراتا تھا تو بھی کو جو آدمی آدمیوں سے
خبر ملی ہے سو اب اس سے ادب سے ہرا اسکا ہی اکیلے
شکر ہے گا؟ نواب صاحب کے ہاں اللہ رکھے

منلا ہیاں بیٹی مذہبیں تا تمیں نوکر خدمتگار صاحب
سپاہی رہا ہاں روتا ہے تو استانی سب ہی تھے ول
بہلا رہتا تھا گھر میں کون تھا نٹروں ٹروں میں یا بچوں
بہن یا بیٹا۔ وہ دمیاں، تو پہلے ہی مر گئے ہے ہے
جو وہ نہ مرتے تو باہر پڑوں کیوں نکالتی۔ آخر لوگوں
کے کہنے سننے سے دوسرا نکاح کیا۔ بھو نکاح پڑھے اس
نکاح میں پہ تو خصم دل کا ذخم ہے۔ پھر بیٹے بڑ گمانی۔
آشنائی تو ناک پر بھی دیتی کسی سے منسوب نہیں
ہو سنیں۔ لے میں کوئی پردے کی بو ہو تو ہو تو نہیں
باہر نکلنے والی بچاس دوست دس دکانیں۔ سلاؤ
زمانہ تو دامن بھری کو جانتا ہے کس سے کس سے



ہاتھی جھومتا بھلا

پنچ: میاں ہاتھی رپورٹ کا لٹھا تو ہے تو کرلی۔ مگر تم نے سامان ناصاف کر لیا۔
تم تھان پہ اپنے ہلا کرو۔ تم دودھ تمات پیا کرو تم اکلو اور گنّے چبا کرو۔

دکھائی دے رہی ہوں۔ پھر جب انسان نا بنا
ہے تو ہنستا ہو تا بھی ہے دل کی مزاج دماغ ا
سب ہی کچھ ہوتا ہے۔ وہاں تم لگا گئی تھی۔ تیج ایسا
نٹ کھٹ دودھ کو کبھی ہو۔ میں تو بھی کہا ہے ہو ہے
جب نہیں تو اب سہی۔ جا تیری یہ بڑا شہ دہ را اور بڑا
ہو رہا ہے۔ بڑی مشکلوں سے بچا چھوٹا پھر میں نے
نوکری کرلی۔ کس دگر پہ ٹھکانا اور ہی تو رو تھی
کام تھا۔ ایک ڈپٹی صاحب کہیں باہر گئے تھے۔ ڈیوڑھی

ایک خدمتگار ماما اور ایک بڑی بی جو ڈپٹی صاحب
کے ڈیرس کی تھیں جیسی سرکار ویسا ہی کار خانہ بھی
ہی اور پہ کی آمدنی گھر میں نہ کما وہ جب تک یہ بھی
اس ان دیہاتوں سے بیٹھے رہے بیگم رکھلی ڈپٹی صاحب
نئی نئی دلھن بیاہ کے لائے تھے یہ امیں کچھ دبی
دبی اور رنگ ڈھنگ بٹ گٹ کرتیں تھیں تو خاندانی
آدمی کا اعتبار تو ہوتے ہوتے ہوتا ہے۔ چوبیر کی بی
ڈپٹی کے ساتھ آئی تھیں ان کا بڑا مان تھا۔ مجھے
دونوں جانچتے رہتے تھے۔ میں نے بھی دل میں کہا
چلو ہی۔ تمھیں اپنے کام سے کام ہے تو کیوں برا مانو
میں نا مو بھری (استبری) کے ٹھکانے گھری بھر نہ
نکتی۔ مگر گھر بھر میں بس ایک خدمتگار
کو دم تی۔ بگڑا جوان جہان سانولا
سلونا خشس کو ملنسار۔ بڑا ہی حق
کے پاس بھٹکنے نہ تھا۔ جو بات کہی۔
کہا اچھا جی سہی۔ میں نے کہا ہاں
کھایا کرو تو جو بڑا سامنے جو تھی
ہاتھ لے تو اس نے یاں کھانا
شروع کر دیا۔ میں نے بھی ٹھنی خاطر
خاطر سے بٹھاسی کی تو وہ ہے ہے
کر میرے ہی کہنے سے تو اس نے یہ
لت جان کو لگائی تھی۔ دوسرے
بھبھی میں بھرے نہ ہو کی بیٹھا ہی کے
سارا فریا اسی کے برتے پر چلتا تھا۔
نہیں تو میری تنخواہ میں ایسا کہاں
کا گوار کا پھول پڑا تھا جو گھر بیوی
گھو ریاں کھاتی اور کھلاتی۔ ایک
دن کا ذکر ادھر کو سخنوں میں آگئی کر وضاحت کرکے چھینی
ہوں کہ منیر بہ بشتری میں چار پانچ ڈلیاں برنی کی
رکھی ہیں اور اسی ٹھکانے ایک روپیہ رکھی ہے۔ وہاں
میں سمجھ گئی کہ اس میں کوئی نہ کوئی بات ہے۔ خوب کھل کھا
ہنسیں۔ ڈپٹی صاحب مجھے جھڑکیاں دیتے ہیں۔
بھلا رکھا ہوا روپیہ اور بھو لے چوکے گرا پڑا روپیہ
کیسں دکھیاں، ہوتا ہے۔ لے بھلا میں ایسی کچی
گولیاں کھیلنے والی تھی۔ تو ترکاری سٹھائی میں

میرا مقصد شکر رو مند منگاؤں پہلے ہی سے رکھ چھوڑا تھا بھلا سٹائی پر میں کیا لگاؤ گی۔ واقعی۔ میاں یہ زہران ہے۔ نیت ہر کرتے ہیں۔ بخش سندی نے جھٹ روپیہ اٹھا کے بیچ میز پر رکھ دیا اور میرے سینے کی دوات رکھ دی۔ وے ہاں ہوا جب تماشے کی دوات دوات اتمی کہ خود کسی طرح ظہر جانے کا راستہ نہ تھا۔ خیر میں ستھرائی دے کے باور چیخانے میں جا بیٹھی اتنے میں پکار ہوئی۔ بی مہری۔ بی مہری۔ میں بولی حاضر سرکار۔ ڈپٹی صاحب بولے کمرے میں ستھرائی تمہیں نے دی تھی۔ میں نے کہا جی ہاں۔ بولے میاں دمیاں ایک روپیہ ہم چھوڑ گئے تھے۔ میں نے کہا سرکار میں نے بیچ میز پر دوات کے نیچے رکھ دیا ہے کہ کوئی اٹھا نہ لے تو دھری جاؤں میں۔ حضرت یاماں میں کپڑے پڑتے دیر نہیں لگتی جیسی اتنا میرا کہنا تھا کہ ڈپٹی صاحب بہت خوش ہوئے۔ کہنے لگے وہ مہری یہ روپیہ تم ہی لے لو ہم نے تمہیں انعام دیا۔ ہے ام کیسے نگیں۔ حب یدما۔ یہ میری مہری ہر جگہ یشنیں ہے۔ یہ دھمنا نے ایک کرتا جاڑوں کا دیا کہ قم ہیں ڈالو۔ میں نے جھک کے سلام کیا۔ دیکھا ایمانداری میں یہ فرحت ہیں۔ جو کہیں میں چوک جاؤں تو بیرا شرحانے کیسی گت بنتی۔ وے ہاں وہی جو کہتے ہیں ایمان کرنے کو مہر جا بیٹے۔ یہ نہیں کہ دیدے بند کیسے اور

کنوئیں میں جھانہ پڑے۔ سرکاری ملازم ہا لیا بوجہ بدھرت گئے تو ام کا تنبا خود لیا گرانا یا مکھو سے خطبہ۔ خوش ہر آئی ہوری گٹمل گئی آدی سر تیج رکھ کے بات کرے۔

راوی

محمد علی۔ رودولوی

پنچ۔ چوہدری صاحب آپ نے اس مضمون میں خوب ادنے طبقے کی زبانی بول چال کا خاکہ کھینچا ہے بلا مبالغہ کیجیے۔ یہ دار نہیں ہے بلکہ آئے پڑھنے اور سلسلہ قائم رکھنے کی فرمائش ہے۔ حقالہ میں پردہ نشین اگلی پرانی عورتوں کی بیہ زبان ہے۔ اس مضمون میں آپ کی سبقت ہم تسلیم کرتے ہیں۔ امید ہے کہ یہ دامن آفتاق اپنے دلچسپ سوانح آیندہ بھی آپ بیان کرینگی۔

بونصیبین بنام ڈاکٹر جسٹس سلیمان

نمبر ۳

(تتمہ ۱۱ فروری ۱۹۲۹ء)

ہاں ڈاکٹر صاحب! اگر قم نے ابن جوزی کی کتاب موضوعات دیکھی ہے اور ابن خلدون کا مقدمہ دیکھا ہے تو میری یہ بات نہیں ہر گز عجیب نہ معلوم ہوگی کہ بادشاہوں کی خاطر سے حدیثوں میں بہت کچھ لوگوں نے اپنی طرف سے تو ہیا نرعان جوڑا ہے۔ حدیث تو حدیث قرآن کی تفسیر میں بھی دنیا کے بادشاہوں کی خاطر داری اور انکا بگاڑ کی بھی خاصی ہلکی کی گئی ہے۔ پھر بھی حقتہ شور و عار کے

بیہ وہ روہ کا دور اور سیاسی کا بانی کر چکی ابھی تک ہوئی ہیں۔ قرآن اور حدیث کے علاوہ مجتہدوں کے فیصلے بھی تسلیم کیے جاتے ہیں۔ مجتہد اوں خطا بھی نہ ہوتا ہے اسلیے کوئی مجتہد اپنی خطا کی پرواہ نہیں کرتا اس نتیجہ کچھ پروا نہ کرتے ہے خطاکاری پر عمل کرتے گئے ہیں۔ سچ کو جھوٹ سے جدا کرنے کا قصہ ہو تو انسانی عقل کے واسطے کچھ زیادہ الجھاؤ میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہر ایک علم کسی نہ کسی شکنجے کے تحت میں ہے اور اسکی انہیں حدیث کی کتابوں میں مل جاتی ہے۔ نظر تیری کے مقامات گزشتہ خط میں واضح کر دیے ہیں۔ دیگر غور کرو۔ لوگوں نے شرع کے ساتھ اکثر دل لگی بازی کی ہے۔ اخوان خانہ میں ایک حکایت ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی مسجد میں ایک صاحب ایمان گدھی کے ساتھ منہ کالا کر رہا تھا اس موسے پر خدا کی مار اتفاق سے ایک مولوی صاحب نے دیکھ لیا انھیں آیا غصہ ٹھنکا کے مونڈی کاٹے کے سر پر سوکھا تھوک دیا ہے۔ اے غیرت تو وہ بے ایمان کہتا کیا ہے؟ ایمی مسجد میں تھوکتے ہو بڑے بدتمیز ہو بیچارے مولوی صاحب اپنا سا منہ لے کے رہ گئے کیا جواب دیتے۔

اسی طرح ایک میاں اچھی بی بی کے پاس سے آدھی رات کو اٹھ کے لونڈی کے پاس جانے لگے ابھی لونڈی کے پلنگ پر پاؤں نہ رکھا تھا کہ بی بی کی آنکھ کھل گئی اب تو میاں سٹ پٹائے مگر آدمی تھے قسمت جھٹ سے ننگے کھڑے ہو کے لگے اللہ اکبر کہنے۔ بی بی کو آیا غصہ کہ اوہ رے جنترا مرد وے جاتا تھا اچھی

روزنامہ

ہمت

زبان اردو کے سستہ مجریکا الی مشہور و مقبول اخبار۔

سید جالب دہلوی (دہلی) سابق مدیر ہمدم لکھنؤ کی ایک ادارت میں جو کہ زمیں بھیلی بیہ مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے جیتر سیاسی ادبی دلچسپیوں اور مفید معلومات ترتیبوں کے ساتھ

یکم مارچ ۱۹۲۹ء کو لکھنؤ سے جاری ہوگا

شرح چندہ: سالانہ بارہ روپیہ ششماہی سات روپیہ سہ ماہی چار روپیہ ماہانہ ایک روپیہ قیمت فی پرچہ ایک آنہ

خریداروں۔ ایجنٹوں اور مشتہرین وارکی درخواستیں ذیل کے پتہ پر بھیجی جائیں۔

سید عشرت حسین

منیجر روزنامہ ہمت سٹیا کاورن لکھنؤ

لفافہ میں بند سوالوں کا جواب

آپ اپنی حسب منشا پانچ سال نفع نقصان ٹرک تنگی امداد ترقی تبدیلی صحت عیب وغیرہ کے متعلق لکھ کر روانہ کریں ہمان کا جواب بند لفافہ رل ونجوم ٹھیک ہدایات کے ساتھ ایک روپیہ چار آنہ کے وی پی سے روانہ کرتے ہیں آپ کا لفافہ بھی واپس ہوگا لفافہ پر مہر کرنے کا وقت اور پتہ صاف لکھو ہر مشکل میں مدد حاصل کرو۔

پروفیسر آزاد رمال نسٹرالوجر دائل فیروزپور شہر

جرمنی کی نوایجاد

اسٹیل پریس مشین

گھر بیٹھے ہزاروں کی تعداد میں جا ہے چھاپ لیں

اس پریس مشین میں اردو ہندی انگریزی عربی حسب ضرورت ہزاروں کی تعداد میں چھپتا ہے۔ بڑی قیمتی مشینوں سے بہتر کام ہوتا ہے۔ سوداگروں بیگروں تعمیلداروں۔ کچہریوں۔ دفاتروں۔ اسکولوں وغیرہ کے واسطے ضروری ہے۔ جنا بی کاپی چھا پنے کا طریقہ معہ کل سامان کے صرف مع روپیہ ۔۔ آنے پر روانہ کر دی۔

معول ایجنٹ وزیر اینڈ کمپنی چھالاواس شیٹ

سا چھوٹانہ

اماں کے پاس اندر کھڑا ہو گیا نماز پڑھنے۔ بڑا نمازی
بنا ہے۔ ننگے ڈیل سے نماز کس کتاب میں جائز لکھی
ہے؟ میاں بولے تم تو خواہ مخواہ لڑتی ہو۔ امیر تو
ہیں۔ پیدا کرنے والے سے کوئی بات پوشیدہ نہیں
ستر بندوں کے سامنے ڈھانکنا چاہیے یقین نہ ہو تو
صبح کو چلنا ساتھ میں بڑے مولوی صاحب سے پوچھوا دوں گا۔
بی بی چپ ہو رہیں میاں نے رات جیوں تیوں بسر
کی صبح ہوتے ہی پہنچے مولوی صاحب کے دولت خانے پر
مولوی صاحب کے آگے ہاتھ جوڑے۔ بڑا فساد ہو گا اگر
حضور نے کہہ دیا کہ ننگے ڈیل نماز جائز نہیں۔ اسے
لیجیے یہ دس اشرفیاں حاضر ہیں۔ تھوڑی دیر مولوی صاحب
مراقبے میں رہے پھر فرمایا تمہارا نام کیا ہے۔ انھوں نے
کہا عمرو بن زید۔ بس اتنی گفتگو کے بعد میاں چلے آئے
اپنے گھر اور بی بی سے کہا کہ چلو مسئلہ پوچھ لو۔ بی بی
برقع اوڑھ ساتھ چلیں میاں آگے بی بی پیچھے۔
مولوی صاحب مسند تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے
انھوں نے جاتے ہی سلام علیک کے بعد دریافت
کیا "مولانا اگر تنہائی ہو تو بغیر لباس کے نماز ادا ہو سکتی
ہے؟" مولانا بولے "عمرو بن زید اسی قول کا قائل ہے"
بی بی سمجھیں عمرو بن زید کوئی بڑا عالم ہے حالانکہ وہ
انھیں کے بغل میں کھڑا ہوا تھا۔ بیچاری چپ کے
گھر چلی آئیں۔

ڈاکٹر صاحب! دور جانے کی ضرورت نہیں آجکل
افغانستان کے میاں محمد [illegible] نمازی امان اللہ کے
معاملے کی بہت شہرت ہے۔ مولویوں کی دو ٹکڑیاں
ہو گئی ہیں ایک تو وہیں سے بیٹھی ہوئی اپنی [illegible]
دکھا رہی ہے وہ کہتی ہے کہ میاں نمازی ہیں معصوم [illegible]
شریعت خود انکے ساتھ ساتھ گھومتی ہے جیسے [illegible]
مرغ ہوتے ہیں ویسی ہی بن جاتی ہے "عمرو بن زید
اسکا قائل ہے" اور دوسری ٹکڑی [illegible] کی
ہے جس نے میاں امان اللہ کا ناطقہ تنگ کر رکھا ہے۔
[illegible] کہتی ہے [illegible]
واقعات کے اعتبار سے سچ [illegible] اپنی آنکھوں سے
دیکھی ہوئی بات جھٹلا نہیں سکتے۔ وہ کہتے ہیں کہ عمرو
بن زید خود امان اللہ خاں ہیں وہ [illegible] میں ننگے [illegible]

پڑھتے تھے۔ بی بی آنکی نانی جنگ میں شریک ہوتی
تھیں کبھی فوری ضرورت سے باہر نہیں نکلیں انکا
باہر نکلنا میدان جنگ میں زخمیوں کی مدد کے لیے تھا
وہ کسی مسجد میں وعظ سننے ہرگز نہیں گئیں۔ وہ اپنے
ارادے سے ٹخنے کھلی ازار پہنتی ہیں کہ پنڈلیوں کی
خوبصورتی سے [illegible] ستر میں داخل ہے
اسلیے کہ انکو نہیں رکھنے کا حکم قرآن میں صاف موجود ہے اگر
انھیں خود باہر نکلنے کی ضرورت بھی آتی تو [illegible] کے چلتیں
انھوں نے کیوں ڈھیل دیا؟ آجتک کسی [illegible]
یا کسی بادشاہ نے کوئی قانون نہیں بنایا [illegible]
کہ وہ باہری پوشاک یا وردی مقرر کردی [illegible] اور
جن کو سرکار سے توسل تھا وہ اس وردی کی پابندی
کرتے تھے جو وضع ایجاد ہوئی وہ خود بخود صورت [illegible]
پسند کرلیتے تھے اور اسکا رواج ہو جاتا تھا۔ سیدھا سادہ
بات ہے کا سودا تو شخصی حکومتوں میں بھی نہ تھا۔ لوگو
ایک طرف تو یہ دعویٰ ہے کہ کسی شخص سے اسکی پوشاک
اور وضع کے بارے میں کچھ پوچھنا گچھنا تہذیب کے
خلاف ہے اور دوسری طرف یہ مصیبت کہ جو کوئی خاص
[illegible]
[illegible]
یہ معنی تہذیب اور آزادی کے نئے ہیں۔ بی بی [illegible]
بے نقاب پھریں انکے شوہر صاحب گوارا کرتے۔
بھلا کون منع کر سکتا تھا۔ یا تو پن کا نام تہذیب
ہے تو آگ لگے ایسی تہذیب اور روشن خیالی میں۔
اسکے علاوہ میں کہتی ہوں کہ لوگو اگر تمھیں ننگے
گھومنے پھرنے کا شوق ہے اور اپنی عورتوں کو بھی پھرانا
چاہتے ہو تو کیوں شرع کا نام لیتے ہو۔ بادشاہوں اور
شہزادیوں کی بداخلیوں کے سانچے میں [illegible]
ڈھال چکے اب تو بیچاری شرع کا پیچھا چھوڑو۔ [illegible]
کے افعال نہیں تم سے تو ادھار دینے پیروں مولویوں
صوفیوں کے تمام [illegible] بات میں [illegible]
[illegible] کے قرع سے [illegible] عقیدت [illegible]
[illegible] آنکھیں [illegible]
کرتی [illegible] نہیں ہے جس گناہ کو ثواب
قرار دینا ہو [illegible] کتابوں میں سے تمہیں

ڈھونڈھ دوں گی۔ سنی ہو یا شیعہ دونوں اس بات پر
متفق ہیں کہ عورت کے ٹخنے ستر میں داخل ہیں۔
"پردہ اور قرآن" (چغتائی صاحب کی کتاب) میں
بھی یہ دعویٰ نہیں ہے کہ عورت اپنے ٹخنے غیر مردوں کے
کے سامنے کھول سکتی ہے۔ کسی مفسر نے بھی پردے کی
آیت کی تفسیر میں یہ نہیں کہا۔ اب میں تمہیں ایک عربی
مضمون کا ترجمہ سناتی ہوں جو لاہور کے ایک [illegible]
آفاق کے اخبار میں اسلیے شائع ہوا ہے کہ [illegible]
(حضرت) غازی ([illegible]) امان اللہ خان خلد اللہ ملکہ
.... کے اصلاحات شریعت کے مطابق ہیں۔

....

.... معلوم ہوتا ہے کہ مکہ و مدینہ بھری محفل میں
کہیں ناچتی تھیں اور ہی شخصوں سے [illegible]
ناچتی تھیں بھلا انھیں کب گوارا ہو سکتا تھا کہ طفیل رسول
کی بی بیوں کے .... [illegible]
بچھڑے ہیں کے جواز کی صورت نہ نکلے۔ اس لیے
[illegible]
احد میں جب رسول کا لشکر [illegible]
[illegible]
سے [illegible] بھری ہوئی مشکیں لا رہی
تھیں اور دیکھنے والوں کی نگاہیں انکی مقدس پنڈلیوں
پر پڑتی تھیں کہ جن سے کپڑا ہٹ جاتا تھا۔
ڈاکٹر صاحب ذری غور کرو۔ یہ جنگ کا میدان
ہے زخمی پیاس کے مارے تڑپ رہے ہیں ان زخمیوں
میں عزیز بھی ہیں جن سے خون ملا ہوا ہے۔ غیر بھی
ہیں جنھوں نے شوہر رسول پر جان قربان کی ہے۔
بیکس بھی ہیں جنکی خبر لینے والا کوئی نہیں۔ ایسی حالت
میں تن بدن کا ہوش کسے رہتا ہے۔ دوڑنے میں
پنڈلیوں پر سے کپڑا ہٹ گیا تو انھیں اس بھول چوک کی
خبر بھی نہ ہوئی ہوگی۔ یہ فرض تھا دیکھنے والوں کا
کہ اپنی آنکھیں بند کر لیتے۔ میں اب بھی کہتی ہوں کہ
اللہ ان دیکھنے والوں کے دیدے کیوں نہ پھٹ گئے۔
[illegible] رسول کی ناموس کے ستر پر نگاہ ڈالنا
پھر اس کا کیا [illegible] بے غیرتی نہیں تو اور کیا ہے مگر
نہیں ضرور دیکھنے والوں نے [illegible] لیا ہوگا



صورتیں امید کی خواب پریشاں ہو گئیں
سامنے آنکھوں کے آئیں اور پنہاں ہو گئیں

"آہ مطلب کے آدمی کی تلاش ہے۔ بالفعل تو سب اوٹ پٹانگ ہیں"

وہ خود سمجھ گئے ہوں گے کہ بی بی اپنے میاں کے سامنے پاپ
کی مدد کر رہی ہیں۔ وہ نواب اور ہم وطنی جلدی اور
ضرورت کے خیال میں تو ہیں۔ وہ پیاسے رہنے والوں
کو دیکھیں یا اپنے لباس کو دیکھیں کہ کہاں سے پھٹ رہا ہے
ہو گیا۔ راوی نے واقعہ بیان بھی اسی غرض سے کیا ہے
کہ ام المؤمنین کی مصروفیت ظاہر ہو۔ وہ اسے مصائب
کی فہرست میں ایک بڑی مصیبت خیال کرتا ہے۔ مگر
بی خبر یا غائم کے ماتمی اپنی شرافت دکھاتے ہیں
اور اس روایت سے یہ تاثر اٹھانا چاہتے ہیں کہ
بھرے محل میں پنڈلیاں کھل گئیں تو عیب کیا ہے؟
عزم میں وہاں کھلیں تو جرم میں یہیں۔ وہاں وارد
پنڈلیاں کھولنے کا قاعدہ تھا۔ یہاں اردو کے کھلی گئیں
وہاں ذہنوں کی۔ وہ مقصود تھی یہاں غیروں کو گمان
کرنا مقصود ہے۔ وہاں جنگی ضرورت تھی یہاں عقل
کی زینت ہے۔ راوی نے وہاں صرف پنڈلیاں
دیکھی تھیں یہاں شہد پنڈلی اور تا رحا سینہ بھی کھولا
گیا مت کیا ہے۔ بات ایک ہی ہے۔ مگر [illegible]
اسی کا ذکر ہے۔ نواب [illegible] صورت کیا ہے
رہنا چاہیے۔ کوئی ضرورت نہیں کہ پنڈلیاں ڈھکے
اسکے علاوہ بھی الغرض گھٹنے سے سر شروع
ہوتا ہے تو صورت اس سے بھی گئی گزری ہوئی کہ نخنا
کھولے۔ وہ یہ مساوات کے بالکل خلاف ہے۔

ڈاکٹر صاحب! میں [illegible] چاہتی ہوں کہ بات نہ
بڑھاؤں مگر مجبور ہوں نئی نئی باتیں نکلتی چلی آتی ہیں
خیر اب تو طول [illegible] سے بڑھ گیا۔ بات [illegible]
نہ بنے گی۔ باقی آئندہ

واقف

[illegible]

بے بسی کی جنگ

خانہ دار پسپائی بھی ناممکن ہے

ہی بھول گیا کہ یاد ہے۔ وہ [illegible] میدان جنگ
جہاں مٹھی بھر کالے والے فرنگیوں کی کمپنیوں [illegible] میں
کامیاب ہو گئے۔ کالوں نے وہ [illegible]
کرانا گوروں کے بھی چھوٹ گئے۔ [illegible] دیکھ کے
گوروں نے کان پکڑے۔

اب دوسری تازہ جنگ کا حال سنیے۔ وہی یورپ کا
میدان ہے۔ وہی کالے ہیں گورے کالوں سے مدد
مانگتے ہیں۔ کالے جان بکف ہیں کہ نصرت کرتے ہیں۔
یہ ایسی جنگ ہے کہ ہمیشہ یاد رہے گی۔ ●

بات یہ ہے کہ جس طرح مرحوم انشاء اللہ خاں شاعر
کے مشرق نے برف کی ڈلیاں کبھی تھیں ڈلیوں سے
میاں انشاء نے فال نکالی تھی کہ نقشہ تمہارا جم گیا۔
اسی طرح یورپ کی قومیں برفستانی ممالک میں سر ہے
اپنا نقشہ جمانے جایا کرتی ہیں۔ کبھی اطالیہ سے کچھ
دل چلے دوڑے کبھی سویڈن سے کبھی ناروے
سے کبھی فرانس سے کبھی انگلینڈ سے ٹولیاں کی ٹولیاں قطب کی
تلاش میں گھوما کرتی ہیں۔ نقشہ جمنا تو غیر متوقع ہے۔
مگر سیکڑوں آدمی خود ہی جم جاتے ہیں اور ایسے جمتے ہیں
کہ پھر اکھڑنا ہی محال ہو جاتا ہے۔ قطب بے سکون
ارواح بھلا ارواح کیوں بیجا مداخلت سہیں۔ انہیں
دنیا والوں سے تعلق رکھنا منظور ہوتا تو کیا یہاں
آ کے رہنے کی جگہ نہیں۔ جبھی وہ بھی بھنا گئیں کہ کوئی
پھر گئی کہ تنہائی میں خلل ڈالنے والوں کو
تھوڑی سزا ضرور دینی چاہیے۔ اپریل مئی کا زمانہ قریب
ہے۔ گرمی بڑھی اور کوئی نہ کوئی شامت زدہ پہونچ
اسے حفاظت رہے پر پہونچی بھی کو اٹھتی ہے۔ [illegible] نہیں کسی
کی دلیل نہ تھیں آخر مشتعل و برفانی اسپاروں سے
مسلح ہو کے سارے یورپ پر حملہ کر بیٹھیں۔ یورپ والے
تھے غافل اچانک کی چوٹ اٹھا نہ سکے۔ تو لگے میں
اور یہ ہاتھ مجھے پاؤں مجھے سے

اب کے یہ سردی پڑی ہر ایک تالا جم گیا
کاسۂ پیچ برہ سارے کا سارا جم گیا

آخر پھر زغال الدولہ نواب کالے خاں بہادر آتش جنگ
سے طالب امداد ہوئے یہ بیچارے ایک کونے میں آتش
دان میں [illegible] پڑے تھے قطبی روحوں کی زیادتی اور
[illegible] کی صدا سنتے ہی چیخے اور بولے کہ یاد رہے
گھبراؤ جب تک بندے کے سینے میں آگ دہکتی ہے
اس وقت تک تم پر آنچ نہ آنے دوں گا۔ مگر صاحب ان
روحوں کو اپنے وقت کی کچھ شکایت ہوئی تھیں [illegible]
یورپ کا حال ہو رہا تھا۔ جہاز جم گئے تالاب جم گئے
جھیلیں جم گئیں سمندر جم گئے درخت جم گئے یہاں تک کہ
ساعت کے گھر گئے ہیں بھی برف کی سلاخ [illegible]
تھی۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر زغال الدولہ بہادر اپنی
گرمی نہ دکھاتے تو یہ جنگ بے لڑے بھڑے یورپ میں
سر کر لے جاتیں۔ اس وقت گھمسان کی لڑائی کا رن
برفستانی گوری روحوں میں ہو رہی ہے۔ کالے بیچارے
خود مستقل۔ آتش جنگ کے شعلے سر بفلک۔ واہ رے
میرے شیر نواب زغال الدولہ بہادر مرحوم ہے آپ کی
اب کچھ دور نہیں کہ دشمن فرار اختیار کرے۔ ہاں یار
ہمت نہ ہارنا۔ مار لیا ہے باہر والے کو۔

یہ سب کچھ ہے مگر برفستانی روحوں کی دھاک بھی
ایسی ہے کہ ان کی سطوت اور جبروت کا آوازہ ایشیا تک
پہونچ گیا ہے۔ ہر شخص لرزاں و ترساں ہے۔

میں یہ بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ برفستانی روحوں
کے کان کھول دوں اور خوب آگاہ کر دوں کہ یہ گورے
گورے کی جنگ نہیں ہے جو آپ غریب یورپ پر تھوپ
کر دیتی تھیں۔ یہ کالوں سے مقابلہ ہے۔ اس میں
چھٹی کا دودھ یاد آئے گا۔ یہ لوہے کے چنے ہیں۔ یہ
جل کے راکھ کا ڈھیر ہو جائیں گے مگر آپ کو آرام کی نیند
سونے نہ دیں گے۔ وہ دن بہت قریب ہے کہ پسپا
ہو کر آپ کو اپنی قطبی حد کے اندر جانا پڑے گا
یورپ پر ہمیشہ آپ کا تسلط نہیں رہ سکتا۔ یورپ
یورپ والوں کے لیے ہے۔ اگرچہ زغالستان اہل زغال
کے لیے نہیں۔

اسپیشل رپورٹر

مولانا پیچ کی نوٹ بک

سنتے ہیں کہ دہلی سے جو اخبار [illegible] دوس نو کے
نام سے جاری ہوا ہے پہلے اس کا نام طوائف رکھا گیا
تھا مگر ڈپٹی کمشنر صاحب خدا جانے اس نام سے کیوں
بھڑک گئے [illegible] قبول نہیں فرمایا [illegible]
[illegible]
موجودہ [illegible] کیونکر رہ سکتی ہے۔ طوائف [illegible]

وجہ تسمیہ :۔

طوف۔ دریا پار کرنے کے لیے لوگ چند مشکیزے پھونک کر ایک ہی سلسلے میں باندھ لیتے ہیں۔ یہ پھولے ہوئے والے اب بھی عرب اور عراق میں کشتی کا کام دیتے ہیں۔ اس ہوا بھرے ہوئے بیڑے کا نام ہے طوف۔ وہ کیوں حضرت اس میں کیا برائی ہے "عروس نو" جیسا کسی کا بیڑا پار کرنے کے قابل کب ہے؟ ہاں طوفت سے یہ کام نکل سکتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ مشک میں چھید ہو جائے بیچ دریا میں تو اگل کے ببلے نہ ہوں لیکن بالفعل منیہ شیلیٹی کے طوفان کا علاج طوفت ہی سے ہو سکتا ہے "عروس نو" سے نہیں ہو سکتا ہے

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنیں حائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

طوف و طوافت کسی چیز کے گرد گھومنا ہے۔ جنگل کے خرگوشوں کا کام ہی یہ ہے کہ گرد گھومتے رہیں گرداں گرد کی طرح اسی چھتری پر بیٹھیں جس پر سے اڑتے تھے۔ اگر کہیں کو طافت بالشئی حول الدار تو مطلب یہ ہوگا کہ فلاں شخص فلاں چیز کرنے سے گھر کے گرد گھوما۔ جب بعض اس خانہ برانداز لفنگے افراد کو ساتھ لے کے بعضے بیٹھتے اور گھومتے رہتے ہیں۔ یہ مناسبت عروس نو میں کہاں؟

زاد کو جب نہیں ہے بھیرے پہ پیرے مقدر کا

طائف۔ پاسبان شب۔ کیوں حضرت کیا یہ گروہ پاسبان نہیں ہے؟ خود بھی جاگتا ہے دوسرے کو بھی جگاتا ہے

وصل میں بھی تو ہوا اس رشک نے سونے دیا
کیوں جیا پھر ترے ہجر میں مرنے کے لیے

طوف۔ خواب میں کسی کو معشوق کی دیکھنا بغلش شیخ اسی مرض میں مبتلا ہیں

رات کو خواب آتی تو
آپ سننے کا ترانے کا

مفلس عاشق کے واسطے خواب اور دو راز محبوب ایک کے لیے جریدۂ طرافت کا شبینہ مطالعہ ایک ہی حکم رکھتے ہے۔ ایک عربی شاعر نے ایک خلیفہ متوکل کی کنیز پر عاشق تھا اپنا معشوقہ سے فرمائش کی تھی

الکری المصریٰ الکتاب بعید برق اللسان کلا بالبنان

دمری المنام فوق شنایا
زما اسناب المقبلات لصاد
انتی کنا مسرورت بحرف
فیہ محو لطعتہ بلسانی
طالعا تقبیلۃ من بعیدی
اعد تبتلی وعاینت مکانی

خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ عاشق اپنی معشوقہ کو خط کے جواب میں غلط حرف لکھ کے زبان سے مٹانے کی ہدایت کرتا ہے تاکہ جہاں کہیں معشوقہ کے تھوک سے مٹا ہوا حرف دیکھے اسے خود بھی چاٹ کے دور ہی سے بوسہ اور تھوک چاٹنے کا لطف حاصل کر سکے۔ جریدۂ طرافت تھوک کے چھوڑ دینے کا افسانہ ہے۔ "عروس نو" میں یہ بات کہاں۔

طائفہ = گروہ۔ اصطلاح اردو میں طرف کرنیوالے ناچنے والے گروہ کا لقب ہے۔ ایک طبلچی ایک بلد سارنگیے ایک بھیرا ایک ناچنے والی یا ناچنے والوں کی یہ گروہ تیار ہوتا ہے اگلے زمانے میں ایک مشعلچی بھی ہوتا تھا۔ درحقیقت عروس نو کی بیگ بلا لکھے جو [illegible] کو بجا لانا معلوم ہوتا طبلچی کو ان کا بروہ دیکڑی [illegible] سارنگیے امرائیت نے سبیر لگھیے میں گھنٹی باندھتا مشعلچی روشنی دکھاتا اور اندھیرا مٹاتا تھا۔

طوائف۔ جمع طائفہ۔ اردو میں واحد مستعمل ہے۔ کوئی گالی نہیں۔ بغیر مستقل وظیفہ بیگ کا اعزاز کہلاتے ہیں

طوافت = خادم جو دل وجان نرمی اور رغبت سے خدمت کرے۔ آہ کیسی عنایت کیسی دل دہی کیسی نرمی یہ لوگ جوتے کھاتے ہیں اور سر سہلا کے رہ جاتے ہیں چلمیں بھرتے ہیں اور دم بخود رہتے ہیں۔ وہ طوفت ہی کیا جو طوافت جن کے آشنا کر دے رات دن بناتے اور نرم نرم تھوڑوں سے دل لبھانے کی خدمت نہ کرے۔ عاشق سے یہ نہ کہلوائے ؎

دل بھی جاتا کرے تو دوست کو جاتا ہے
پندار کا صنم کدہ ویراں کیے ہوئے

اس نام میں ایک ہی کمال ایک ہی قدر دیدہ بال ہے تو وہ مردوں سے متعلق ہے۔

۔۔۔۔۔

تو زعظیم

ہمارے شہر کے مشہور رئیس نام نہاد غازی بہادر نواب مولوی محمد مہدی حسن رضوی مرزا محمد جعفر صاحب کے مقابلہ میں اپنے اور اپنے مقدس شرعی گروہ کی حمایت کا خوردہ خیاری کا فضول میں خیال کر رہے ہیں جبکہ وہ اسی حیثیت میں بھی آپ کے نام امام نور القرآن محمد مہدی حسن رضوی ہے۔ ایک مضمون چھپا ہے آپ کو ادا اس امر پر ہے کہ جو آپ کی طرف سے معنی کے فوت قانونی جواب دیا گیا تھا وہ شرع کی اشاعت کے خطاب قانونی منصف نے قبول کر لیا۔ اب معلوم نہیں قانون کی گود میں شریعت پروان چڑھی یا شریعت کے آغوش میں قانون۔ شیعہ کانفرنس بھی خلاف شرع سے بولا نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا کالج ہے شرعی مولوی اس کے شریک ہیں بعض اپنا وظیفہ لیے اپنا اتنا استعفیٰ دے کر اب تک واپس لینے کی ہے۔ اس اعلان کے بعد کہ جو اس وقت میں گروہ کم از کم ان تنخواہ ابھی مولوی کو شرع کے درک جہتی نے بیٹھے ہیں اس چندہ سے [illegible] مثال۔ یہ مثل مشہور ہے کہ ایک شخص تھا ان کے گھر میں بیڑوں کا مرغا چلا آیا۔ کلائی کے گھر میں ہوتا اور مرغ دیکھ کے پانی بھر آیا جھٹ چھری پھیر کے ہنڈیا گرم کر دی اتنے میں آئے ہوئے تو وہ مرغ کے حرج پر ہوتے استغفار تو یہ قطعہ حرام جھے مرغ نہیں اس کی سنت میں کلام ہے تو ملا جی بولے کہ وہ مرغ آئے وہاں استغفار کہنے والے ایسی گوشت حرام سہی۔ ہم نے اپنے پاس سے مصالحہ اور گھی اس کا یہ بھی حرام ہو گیا۔ ملا جی کہنے لگے کہ ارے یہ تو اچھا ہوا حرام اور شوربا حلال میرے پیالے میں شوربا ڈال دینا ہوا کہ دیا۔ پی پی نے تیلی کا کنڈال پکڑا شوربا انڈیلا شوربے کے ساتھ میاں مرغ کی گردن بھی پیالے میں چلی آئی بی بی تھیں حکم کی پابند اٹھیں لے کر مرغ کی گردن نکالی۔ بس مولوی صاحب گھبرا کے فرمانے لگے تم نے غضب کیا یہ حرام تو ٹرے نہیں اپنے شوربا پکی مسکی گرد منہ کے آئی۔ اسے انہیں ہونا شرعی ہے قابل تحت نہیں۔ شوربہ صاحب ارادہ ہے تو وہ مذہب کی عشق [illegible] طاں جاوہ خود شیعہ رئیسکہ آتش اشتیاق ہے بالی